سبق آموز قرآنی قصے

نوجواں کے لئے

سید سجاد حیدر صفوی

مطہری فکری و ثقافتی مرکز-کشمیر
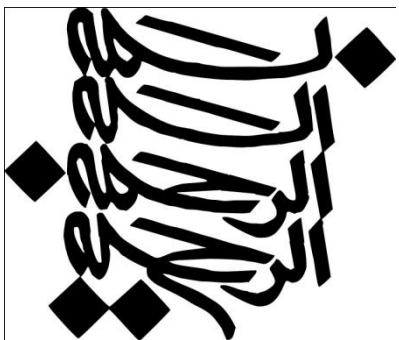
کتابنامہ

نام کتاب: سبق آموز قرآنی قصے
تالیف: سید سجاد حیدر صفوی
نظرثانی: سید عدیل اصغر کاظمی
ناشر: مطہری فکری وثقافتی مرکز کشمیر
طبع اول: جون2015
تعداد: 2000

فہرست

بستی والے 8

باغ والے 14

اصحاب کہف 19

جناب ایوبؑ کا صبر 28

جناب نوحؑ کی کشتی 34

طالوت اور جالوت 41

دشمنِ رسول (ص) 50

فداکاری اور ہجرت 57

محروموں کی مدد 62

اصحابِ فیل 67

کتنا اچھا ہے اگر ہمارے بچوں، نوجوانوں اور
جوانوں کا مشغلہ قرآن اور آیات الٰہی سے انسیت
اور قرآن کی تعلیم ہو۔

رہبر انقلاب اسلامی امام خامنہ ای

حرف مولف

عظیم الٰہی تعلیمات کو جوان نسل تک پہنچانے کا سب سے آسان، اثر انداز اور بہترین طریقہ داستان ہے۔ کیونکہ اس سے انسانی دل و دماغ جلدی مانوس ہو جاتا ہے اور کسی قسم کی تھکن کا احساس نہیں کرتا۔ شاید اسی طبیعت کو مد نظر رکھتے ہوئے رب کریم نے بھی قرآن پاک میں جا بجا قصوں کی شکل میں اعلیٰ آسمانی معارف، انبیائے کرام اور گزشتہ قوموں کی تاریخ بیان کی ہے تاکہ انسان آسانی سے انہیں سمجھ سکے اور ان میں غور و فکر کے اپنے لئے ہدایت و راہنمائی کا سامان فراہم کر سکے۔

یوں تو قصے اور کہانیاں ہر قوم و ملت اور ہر تہذیب کا حصہ رہی ہیں لیکن قرآنی قصوں کا یہ امتیاز ہے کہ یہ سب واقعی اور صاحبان شعور کیلئے بطور درس و عبرت بیان کی گئی ہیں۔ اس لئے انسان اسے محض لطف اندوز ہونے کیلئے بلکہ سبق آموزی کے لئے پڑھے۔

اس کتاب میں نوجوانوں کے لئے کچھ سبق آموز قرآنی قصوں کو آسان زبان میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ نوجوان نسل کسی حد تک قرآنی تعلیمات سے آشنا اور مانوس ہو۔

امید ہے ہماری یہ کوشش بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل فرمائے۔

یہاں برادر ارجمند حجۃ الاسلام مولانا سید عدیل اصغر کاظمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے کتاب کی نظر ثانی فرمائی۔ اسی طرح "مطہری فکری و ثقافتی مرکز کشمیر" کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کی طباعت و اشاعت کا ذمہ قبول فرما کر خدمت خلق سے سرشار ہونے کا ثبوت دیا۔

سید سجاد حیدر صفوی، قم المقدسہ، ایران

رجب المرجب 1436ھ

بستی والے

قرآن مجید کے سورہ یاسین کی 13 ویں آیت سے ایک بستی کے لوگوں کی داستان شروع ہوتی ہے جنہوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی بات نہیں مانی اور ہدایت کے راستے پر آنے کے بجائے گمراہی کے راستے پر اڑے رہے اور خدا کے نیک بندوں کو جو ان کی نجات کا پیغام لائے تھے مارا پیٹا اور قتل کر دیا۔اور پھر خدا نے ان پر سخت عذاب نازل کیا۔

اصحاب قریہ (بستی والوں) کی داستان کچھ اس طرح سے ہے:

انطاطیہ نامی شہر میں گمراہ اور مشرک لوگ زندگی بسر کرتے تھے۔ گناہوں اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے ان کے دل بالکل سیاہ ہو چکے تھے۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں تھے۔

حضرت عیسیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دو افراد کو بھیجا۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے، انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو بھیڑیں چرا رہا تھا۔ یہ دونوں اس بوڑھے کے پاس گئے، سلام کیا اور اس سے خیریت پوچھی۔ اس نے بھی خوش ہو کر ان کے سلام کا جواب دیا اور کہا ''میرا نام حبیب ہے۔ آپ لوگ یقیناً کافی دور سے آئے ہیں ۔اگر ہو سکے تو اپنا تعارف کروائیں۔''

ہم دونوں کو نبی خدا حضرت عیسیٰؑ نے یہاں بھیجا ہے، تاکہ آپ لوگوں کو اس مہربان خدا کی عبادے کرنے کی ہدایت کریں اور بتوں کے آگے سر جھکانے سے منع کریں۔

کیا آپ کے پاس کوئی نشانی ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں؟
ہاں ہم لوگ خدا کی مدد اور اس کی اجازت سے بیماروں کو ٹھیک کر سکتے ہیں، جو لوگ اندھے ہیں ان کی آنکھوں کو روشنی عطا کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ جو لوگ برص کے مریض ہیں ان کو بھی شفاعطا کر سکتے ہیں۔

واقعاً یہ تو بہت بڑی بات ہے! میرا ایک بیٹا ہے جو کئی سال سے بیمار ہے اور ڈاکٹر اس کا علاج کرنے سے عاجز ہیں۔

تو پھر جلدی کرو اور ہم کو اپنے گھر لے چلو۔

وہ دونوں حبیب کے گھر گئے۔ اس کے لڑکے کو دیکھا۔ خدا کا ذکر اور دعا کرتے ہوئے اس کے چہرے اور جسم پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ خدا کے حکم سے حبیب کا بیٹا بالکل ٹھیک ہو گیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور انہوں خدا کے حکم سے بہت سے بیماروں کو شفاعطا فرمائی۔

بعض لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ لوگ بھی ان کی باتوں آکر ان کے مخالف ہو گئے اور انہیں شہر چھوڑنا پڑا۔ حضرت عیسیٰؑ نے کچھ دوسرے لوگوں کو اس بستی کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، لیکن انہوں نے پھر مخالفت کی۔ انہیں جھٹلا دیا اور کہنے لگے ''کوئی انسان نبی یا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔'' حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں نے جواب دیا ''ہم حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے آئے ہیں اور وہ اللہ کے نبی ہیں۔ ہم آپ کی ہدایت کے لئے آئے ہیں نہ کہ کسی اور مقصد کے لئے۔

ان لوگوں کے دل گناہوں، بت پرستی اور شیطان کی پیروی کی وجہ سے سیاہ ہو چکے تھے اور حق بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے ان ساتھیوں سے کہا: "ہمیں آپ پر شک ہے اگر آپ نے پھر ایسی بات کہی تو ہم آپ کو پتھروں سے زخمی کر دیں گیں اور سخت سزا دیں گے۔"

جناب عیسیٰؑ کے ساتھیوں نہ کہا "آپ لوگ گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں" یہ بات اس زمانے کے بادشاہ کو بھی معلوم ہوئی جو ایک بت پرست اور گھمنڈی انسان تھا۔اس نے حکم دیا ان کو میرے پاس لایا جائے۔انہیں بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو؟ کس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ اور یہاں کیا کرنے آئے ہو؟

انہوں نے جواب دیا "ہم اللہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے آئے ہیں۔ تاکہ تمیں اس خدا کے عبادت کرنے کی دعوت دیں، جو دیکھنے والا، سننے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔اور ان بتوں کی پرستش سے منع کریں جو نہ کچھ دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں اور نہ ہی سمجھتے ہیں۔

کیا ہمارے خدا کے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہے؟ بادشاہ نے سوال کیا

ہاں ہے! وہی خدا جس تم کو پیدا کیا اور ان چیزوں کو پیدا کیا ہے جن کو تم اپنا خدا سمجھتے ہو۔

بادشاہ غصہ سے لال ہو گیا ایک زوردار آواز میں چلایا "ابھی تم گستاخوں کو سزا دیتا ہوں۔ اس نے اپنے سپاہیوں حکم دیا کہ انہیں رسیوں اور زنجیروں سے باندھ کر لے جاؤ اور سب کے سامنے سزا دو اور پھر بت خانہ میں قید کر دو۔

لوگ ان کی کرامات اور معجزہ کو دیکھ چکے تھے لیکن پھر بھی انہیں قتل کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ حبیب جو کہ پہلے ہی دن ان پر ایمان لے آیا تھا، لوگوں کے درمیان آیا اور بلند آواز سے کہنے لگا "اے لوگو! خدا کی پیروی کرو اور جناب عیسیٰؑ کے بھیجے ہوئے بندوں کی بات مانو۔ انہیں تم سے کچھ نہیں چاہئے یہ صرف اور صرف تم لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے آئے ہیں۔"

ذرا سوچو!

میں کیسے اس خدا کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور آخر میں اسکی طرف پلٹ کر جانا ہے؟! میں کیسے ان چیزوں کی پرستش کروں جو نہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟!

اگر کوئی مجھے نقصان پہونچانا چاہے تو کیا یہ بت میرا دفاع کر سکتے ہیں؟ اسلئے میں ان کے خدا ایمان لے آیا ہوں۔

شہر کے لوگوں نے حبیب کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور اسے بھی سخت سزا دے کر شہید کر دیا۔ لیکن حبیب کی آواز اسی طرح گونجتی رہی "کاش کہ یہ لو جانتے خدا نے کس طرح مجھے انعام دیا اور کس طرح میں ہمیشہ کے لئے سربلند ہو گیا۔

اس شہر کے لوگوں نے خدا کے ان بندوں کی بات نہ مانی۔ کچھ مدت کے بعد خدا کی طرف سے عذاب نازل ہوا اور وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ان کا پورا شہر جل کر راکھ ہو گیا اور انہیں کچھ پتہ بھی نہ چل سکا۔

ہاں دوستو!

یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو خدا کے بھیجے ہوئے بندوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی بات نہیں مانتے۔ لیکن جو لوگ حبیب کی طرح ان کی بات سنتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہتے ہیں اور ان پر خدا کا لطف و کرم ہوتا ہے۔

وہ زندگی میں بھی کامیاب ہوتے ہیں اور مرنے بعد بھی سکون سے رہتے ہیں۔

باغ والے

پرانے زمانے کی بات ہے۔ یمن کے ایک گاؤں میں ایک بوڑھا آدمی رہتا تھا جو بہت ہی نیک کردار اور رحم دل تھا؛ اس کے پاس مختلف طرح کے پھلوں کا ایک باغ تھا، جس سے وہ اپنی زندگی کا خرچ چلاتا تھا اور اس کا کچھ حصہ غریبوں اور فقیروں میں بانٹ دیتا تھا۔

ایک دن وہ بیمار ہو گیا اور اس کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس کے مرنے کا وقت قریب آگیا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو وصیت کی "ہمیشہ اچھے کام کرنا، برے کاموں سے دور رہنے کی کوشش کرنا اور غریبوں و ضرورتمندوں کی مدد کرتے رہنا" وہ مر گیا اور اس کا سرسبز و شاداب باغ لڑکوں کو مل گیا لیکن افسوس اس کے لڑکوں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ وہ سب جمع ہوئے تاکہ میراث کو تقسیم کریں۔ سب سے بڑے لڑکے نے کہا: ہمارا باپ آدھے پھل غریبوں اور فقیروں کو بانٹتا تھا، وہ ایک سادہ اور بیوقوف آدمی تھا۔ خود صرف ضرورت بھر خرچ کرتا تھا اور باقی دوسروں کو دے دیا کرتا تھا۔

سب سے چھوٹے بھائی نے کہا: ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو۔ ہم اس باغ کی وجہ سے بہت دولت مند ہو جائیں گے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ سب کا سب ہم لوگ خود استعمال کریں اور دوسروں کو نہ دیں۔

ان کا منجھلا بھائی جو کہ ایک سمجھدار اور ایماندار آدمی تھا اس نے کہا: یہ سرسبز اور شاداب باغ اور اس کے پھل سب غریبوں اور فقیروں کو صدقہ دینے ہی کی وجہ سے

باقی ہیں۔ ہم سب کا سچا اور واقعی رازق خدا ہے، جو نیک لوگوں اور صدقہ دینے والے افراد کو انعام دیتا ہے اور ان کے مال میں برکت دیتا ہے۔ وہ دونوں اس کی بات سن کر غصہ میں آگئے اور کہنے لگے: اگر تو نے دوبارہ اپنی زبان سے اس طرح کی بات کہی تو تجھے سخت سزا دیں گے۔

پھر انھوں نے طے کیا کہ دوسرے دن باغ میں جا کر سب پھل وغیرہ چن لیں گے اور سب کو بیچ دیں گے لیکن غریبوں اور فقیروں کو کچھ نہ دیں گے۔

انھوں نے خدا کی مرضی کو نہیں دیکھا اور دل میں برا ارادہ کیا، لیکن ان کے بھائی نے دوبارہ ان سے مہربانی اور نرمی کے ساتھ کہا: میرے بھائیوں کم از کم یہ تو دیکھو اللہ کی مرضی اور اس کی رضا کیا ہے، کیونکہ ہم خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ انھوں نے اپنے بھائی کا مذاق اڑایا اور اس کو دھمکی دی اور اپنے برے ارادے پر اٹل رہے۔

دوسرے دن جب صبح سو کر اٹھے تو سورج نکل چکا تھا۔ اور درختوں پر پرندے اپنی میٹھی آواز میں خدا کی حمد و ثنا کر رہے تھے اور اس کی قدرت کے گیت گا رہے تھے۔ وہ سب اٹھے اور اپنے باغ کی طرف چل دیئے تا کہ جلدی سے جا کر پھل توڑ لیں۔ وہ لوگ اس طرح سے چھپ کر اور منھ چھپا کر نکلے کہ کوئی ضرور تمند اور فقیر ان کو باغ میں جاتے ہوئے دیکھ نہ لے اور ان سے کچھ مانگ نہ لے۔ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

اس کے بعد کسی ضرورتمند کو باغ کی طرف دیکھنے بھی نہیں دیں گے۔

ہاں! باغ ہمارا ہے اور ہم ہی اس کے مالک ہیں۔

ہم اسے بیچ کر امیر ہو جائیں گے اور پھر کوئی دوسرا باغ خرید لیں گے۔

لیکن ان کا مخلص اور باایمان بھائی ان کو بار بار خدا کی طرف متوجہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: میرے بھائیو! آپ نے خدا کو کیوں بھلا دیا ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ جو خدا کے سامنے اپنی اکڑ دکھاتا ہے اس کو نقصان ہوتا ہے؟ ہمارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ خدا نے ہم کو عطا کی ہے اور ہمارے ہر کام کا بدلہ ہم کو مل کر رہے گا۔ آج آپ خدا کے بندوں کو اس کی دی ہوئی نعمت سے محروم کر رہے ہیں، آپ کو اس کی بہت بری سزا ملے گی اور دنیا و آخرت دونوں میں آپ کو گھاٹا ہوگا۔

ان دونوں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور کہا: کیا تم بھی یہی چاہتے ہو کہ باپ کی طرح قناعت کرو؟ دیکھ نہیں رہے ہو اس سے ہم کو کتنا فائدہ ہوگا اور ہم کتنے دولتمند ہو جائیں گے؟

باتیں کرتے کرتے وہ لوگ اپنے باغ تک پہنچ گئے لیکن وہاں انہیں کچھ اور ہی دکھائی دیا۔ پورا باغ جل کر راکھ ہو چکا تھا اور نہ کوئی درخت تھا نہ کہیں پھل۔

لیکن جب غور سے ادھر ادھر دیکھا اپنا سر پیٹنے لگے یہ تو ہمارا ہی باغ ہے۔

کہنے لگے شاید ہم راستہ بھول کر کہیں اور آ گئے ہیں۔ اس طرح سے ان کے شیطانی خیالات اور ان کے برے ارادے مٹی میں مل گئے اور خدا نے ان کے باغ میں آگ لگا دی۔ وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگے ہم نے اپنے باپ اور بھائی کی باتوں پر عمل نہیں کیا اور بہت بڑا گناہ کیا۔

ہم دوسروں کو اس باغ سے محروم کرنا چاہتے تھے، خدا نے ہم ہی کو محروم کر دیا، وہ ایک دوسرے کو کوس رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

ہم نے خدا کو بھلا دیا اور اس سے بغاوت کی۔
اب ہم اپنے کئے پر شرمندہ ہیں اور خدا سے معافی چاہتے ہیں۔
ہم خدا سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو بخش دے گا اور اس سے بہتر ہم کو عطا فرمائے گا۔

انہوں نے توبہ کی اور پھر سے خدا کی اطاعت کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ ہمارا بوڑھا اور نیک باپ کس طرح سے خدا کی مرضی کو حاصل کرتا تھا اور خدا بھی اس سے خوش تھا جس کی برکت سے ہمارا باغ اتنا سرسبز وشاداب تھا۔

یہ داستان ہم سب کے لئے عبرت اور درس ہے تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ جو لوگ خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انکا انجام کیا ہوتا ہے۔ خدا کبھی کبھی مال و دولت دے کر امتحان لیتا ہے اور جو لوگ خدا کی اس نعمت کا صحیح استعمال نہیں کرتے وہ یقیناً گھاٹے میں ہیں اور آخرت میں بھی عذاب کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ان دونوں نے گناہ کیا تھا لیکن شاید انکے باپ کے نیک عمل اور دعا کا اثر تھا کہ انہوں نے جلدی توبہ کرلی اور پھر نیکی کرنے کا پکا ارادہ کرلیا۔

خدا نے بھی انکی توبہ کو قبول کرلیا اور اس باغ کے بدلے میں انکو اس سے اچھا باغ عطا فرمایا۔

انہوں نے بھی اس کے بعد کوئی لالچ اور کنجوسی نہیں کی اور غریبوں و فقیروں کی ہمیشہ مدد کرتے رہے۔ خدا بھی ان سے خوش ہو گیا اور بندگان خدا بھی۔

اصحب کہف
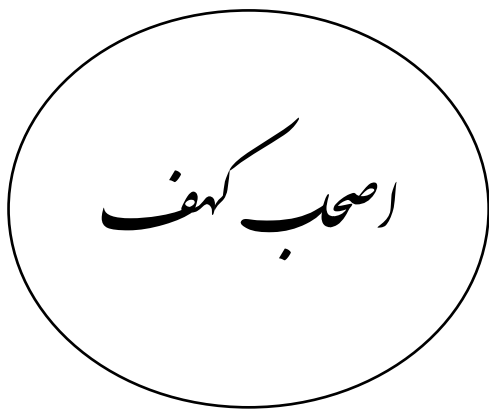
پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ نے اپنی دلنشین آواز ،اپنے رفتار و کردار اور بہترین اخلاق کے ذریعے لوگوں کو توحید اور خدا کی عبادت کی طرف بلایا۔ وہ لوگ جنکی فطرت پاک تھی اور خدا کی تلاش میں تھے، وہ آپ پر ایمان لے آئے اور خداپرست بن گئے لیکن جو دین کے دشمن اور بت پرست تھے انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح سے آپ کی آواز کو دبادیا جائے اور توحید کی اس شمع کو بجھادیا جائے۔

وہ ہمیشہ پیغمبر خداؐ کی بات جھٹلاتے، انکے بارے میں افواہیں پھیلاتے اور مسلمان و دیندار لوگوں کے حوصلے اور جذبے کو پست کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ ہر جگہ یہی کہتے کہ وہ خدا کا رسول نہیں ہے وہ غیب کی باتوں کو نہیں جانتا کیونکہ اگر جانتا تو ضرور بیان کرتا۔ مشرکین اور بت پرستوں نے ایک گروہ کو نجران بھیجا تاکہ وہاں جاکر یہودی علما سے کچھ سوالات معلوم کریں اور اس کا جواب رسول اسلامؐ سے جاکر پوچھیں تاکہ وہ انکا جواب نہ دے سکیں۔

وہ لوگ سوال پوچھ کر مکے واپس آئے اور حضرت محمد مصطفیؐ کے چچا جناب ابوطالب سے کہا: ''تمہارے بھتیجے کا کہنا ہے کہ خدا کی طرف سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ہم کچھ سوالات لے کر آئے ہیں اگر اس نے صحیح جواب دے دیا تو ہم بھی اسکی تائید کریں گے اور اگر جواب نہ دے سکا تو پہلے کی طرح اس کو جھٹلائیں گے۔"

انہوں نے رسول اسلامؐ سے تین سوال کئے جنمیں سے ایک سوال اور اس کا جواب ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

انکا سوال یہ تھا کہ وہ جوان جنہوں نے ظالم بادشاہ سے ڈر کر ایک غار میں پناہ لی تھی انکی داستان کیا ہے بیان کریں؟

خدا نے اسی وقت سورۂ کہف کو نازل کیا جو انکے سوال کا جواب تھا۔

اصحاب کہف کی کہانی

دقیانوس نے اپنے ظلم و ستم اور فوجی طاقت کے بل بوتے پر بہت بڑی سلطنت حاصل کی اور پھر اپنے لئے بہت ہی عالیشان محل بنوایا۔ غرور و تکبر کے ساتھ تخت پر بیٹھا اپنے لئے کچھ وزیر اور کچھ محافظ منتخب کئے اور پھر حکومت کرنے لگا۔ کچھ عرصے بعد خدائی کا دعویٰ کرنے لگا اور اپنے درباروالوں سے اور دوسرے تمام لوگوں سے کہا کہ صرف میری اطاعت اور عبادت کریں اور جو بھی میرے حکم کی مخالفت کرے گا اس کو سخت سزا دوں گا۔

اسی طرح کچھ سال گزرے یہاں تک کہ ایک دن جب وہ غرور و تکبر میں مست اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا، ایک آدمی تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور خبر دی: ''بادشاہ سلامت! ابھی خبر ملی ہے کہ ایک لشکر تیزی سے ہماری طرف حملہ کرنے کئے لئے بڑھ رہا ہے اور سرحد پار کر چکا ہے۔'' یہ خبر سنتے ہی دقیانوس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور ڈر کے مارے اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

یہ دیکھ کر اس کا وزیر اور دربار والے بھی تعجب میں پڑ گئے کہ ابھی تو اس کو خدائی کا دعویٰ تھا اب کیا ہو گیا ہے؟ اسکا ایک وزیر سوچنے لگا: ''دقیانوس خدا ہونے کا دعویٰ

کرتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ تمام چیزیں میرے قبضے میں ہیں لیکن وہ خود بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک عام آدمی ہے کیونکہ وہ بھی کھانے اور پانی کا محتاج ہے۔ کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی ڈرتا ہے۔ کبھی جاگتا ہے اور کبھی سو جاتا ہے۔ یہ سب کام تو خدا کے نہیں ہو سکتے اور یہ خدا کی صفات نہیں ہو سکتیں۔''

کچھ دن بعد اسکے دوسرے دوست اس سے ملنے اس کے گھر آئے اور دقیانوس کے خدا ہونے کے سلسلے میں باتیں ہونے لگیں اسنے اپنے دوستوں سے کہا: ''دوستو! بہت دنوں سے میں اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں جیسا میرا بیدار ضمیر مجھ سے باتیں کر رہا ہو یا میری فطرت مجھے نور اور روشنی کی طرف لے جا رہی ہو۔ اس حالت نے میرے اوپر اتنا اثر کیا ہے کہ نہ کچھ کھایا جاتا ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ آخر یہ کیا ہو گیا ہے؟''

''ہمیں بھی بتاؤ'' اس کے دوستوں نے کہا۔

''دوستو! جب میں آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اور اس کائنات کی وسعت اور عظمت کے بارے میں غور و فکر کرتا ہوں کہ ان چاند سورج اور ستاروں کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جب میں زمین اور دوسری مخلوقات کے بارے میں غور و فکر کرتا ہوں تو سوچتا ہوں یہ سب کیسے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ پہاڑ، صحرا، ہریالی، دریا اور مختلف قسم کے جانور کس نے بنائے؟ خود یہ انسان کیسے پیدا ہوتا ہے اور پھر کیسے بڑا ہوتا ہے؟ خود ہم کو کس نے پیدا کیا ہے؟''

''پھر تم کس نتیجے پر پہنچے؟'' اس کے دوستوں نے شوق سے پوچھا

''اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دقیانوس ایک کمزور اور ناتواں مخلوق ہے وہ صرف خدائی کا دعویٰ کرتا ہے ورنہ حقیقی خدا وہ ہے جو حکیم، عالم اور اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔''

اس کے دوستوں نے بھی اسکی باتوں پر غور کیا اور پھر سب نے اس کی تائید کی۔

تب انہوں نے طے کیا کہ دقیانوس کے شر سے بچنے کے لئے ہمیں اس شہر سے نکلنا ہوگا اور آخر کار پورے ارادے کے ساتھ شہر سے باہر نکلے اور ایک بیابان کی طرف چل دئے۔ راستے میں انکو ایک چرواہا ملا انہوں نے کچھ دیر اس کے پاس آرام کیا اور اس سے باتیں کرنے لگے۔ پھر جب وہ چلنے لگے تو وہ بھی انکے ساتھ ہو لیا۔

چرواہے کے پیچھے اس کا کتا بھی آگیا۔ انہوں نے کہا اس کتے کو اپنے ساتھ کیوں لا رہے ہو وہ ہمارے لئے خطرہ پیدا کر سکتا ہے اور اسکے ذریعے سے دشمن ہم سے باخبر ہو سکتا ہے۔''

انہوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کتے کو بھگائیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

پھر چرواہے نے کہا: ''اسے آنے دو ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری حفاظت کرے۔ وہ مجھ سے مانوس ہے اور میں اسے خاموش کر سکتا ہوں۔'' صحراؤں اور پہاڑوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک غار کے پاس پہنچے اور سوچا اس میں ذرا چل کر آرام کیا جائے۔ سب لوگ آرام کرنے اور اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے لیٹ گئے اور کتا بھی غار کے کنارے سو گیا۔

یہ غار اتنا بڑا تھااور اس کا دروازہ اس طرح کا تھا کہ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو اسکی کرنیں سیدھی اس غار میں پڑتی تھیں اور جب غروب ہوتا تھا تب بھی ایک بار اس میں چمکتا تھا۔

یہ باایمان اور نیک جوان سالوں تک اسی طرح سوتے رہے۔ جب بیدار ہوئے (دوبارہ زندہ ہوئے) تو سورج ڈوب رہا تھالہٰذا وہ یہ سوچ رہے تھے کہ ہم فقط ایک دن سوئے ہیں۔

پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: ''ہم کتنا سوئے ہیں؟''

''صرف ایک دن بلکہ اس سے بھی کم'' وہ بھوکے تھے اور انہیں کھانے کی ضرورت تھی لہٰذا طے یہ پایا کہ انمیں سے ایک شخص بہت ہی احتیاط سے شہر جائے اور کھانے کے لئے کچھ لے آئے۔ ان میں سے ایک تیار ہوااور وہ باہر آیا۔ جب باہر آیا تو کیا دیکھا کہ باہر کا پورا منظر بدل چکا ہے۔ پہاڑوں پر صرف چند سوکھے پیڑ دکھائی دے رہے تھے اور کچھ بھی نہیں۔ جس راستے سے وہ آئے تھے وہ بھی اسے عجیب سا لگا اور شہر تو بالکل بدل چکا تھا۔ اسے بہت تعجب ہو رہا تھااور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر کیا ہو گیا ہے؟ روٹی کی دکان پر گیا۔ چند روٹیاں اٹھائیں اور دکاندار کو وہ پیسے دئے جو ساتھ لایا تھا۔

''ارے یہ پیسے تو بہت پرانے ہیں۔ آج کے زمانے کے نہیں ہیں۔ تمہیں ضرور کوئی خزانہ ملا ہے۔''

"کیا کہہ رہے ہو ؟ ! یہ پیسے میں نے چند دن پہلے اسی شہر سے حاصل کئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو تمہیں ضرور کوئی خزانہ ملا ہے اور تم اسے چھپانا چاہتے ہو۔"

ایک بھیڑ اکٹھا ہو گئی اور خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی گئی یہاں تک کہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔ اسے بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا گیا تاکہ اس سے پوچھ تاچھ کی جائے۔"

کیا تم کو کوئی خزانہ ملا ہے؟" بادشاہ نے سوال کیا۔ "نہیں مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا ہے۔ میں جب اس شہر سے نکلا تو لوگ مجبور تھے کہ دقیانوس کی عبادت اور پرستش کریں اور جب واپس اس شہر میں آیا ہوں تو سب کچھ بدلا ہوا ہے۔"

"یہ کہانی شاید تم نے اس لئے گھڑی ہے تاکہ ہم کو بیوقوف بناؤ۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے پیغمبر جناب عیسیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو خزانہ ملے تو اس کا پانچواں حصہ اس سے لیا جائے اور باقی اسی کے حوالے کیا جائے۔"

"آخر آپ لوگ میری بات کیوں نہیں مان رہے ہیں۔ میں اسی شہر کا رہنا والا ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوں، حقیقت ہے۔"

"کیا اس شہر میں تمہارا گھر بھی ہے؟"

"ہاں ہے۔ آیئے میں آپ کو اپنا گھر دکھاتا ہوں۔" بادشاہ اور کچھ دوسرے لوگ اس کے ساتھ گئے تاکہ دیکھیں کیا یہ صحیح کہہ رہا ہے۔ "یہاں میرا گھر ہے۔ جی ہاں یہی گھر ہے۔"

دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: "کون؟ کیا کام ہے؟"

بادشاہ نے کہا: "اس شخص کا کہنا ہے کہ یہ گھر اس کا ہے اور اسکی کہانی بھی بڑی عجیب و غریب ہے۔"

بوڑھے نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟" اس جوان نے اپنا نام بتایا اور گھر کی کچھ نشانیاں بتائیں۔ وہ بوڑھا اس جوان کے قدموں میں گر پڑا اور اسکے ہاتھوں کو چومنے لگا۔ جو نام آپ نے بتایا ہے وہ تو میرے دادا جان کا نام ہے۔

"بادشاہ سلامت! یہ سب وہ باایمان جوان تھے جو ظالم بادشاہ دقیانوس کی حکومت سے بھاگ کر شہر سے باہر چلے گئے تھے۔ یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ بادشاہ اور دوسرے لوگ بھی اس جوان کا احترام کرنے لگے۔ پھر یہ طے پایا کہ غار میں چلا جائے تاکہ دوسرے جوانوں کا بھی دیدار کیا جائے۔ سب لوگ غار کی طرف چل پڑے۔ جب غار کے قریب پہنچے تو اس نوجوان نے کہا: "ابھی آپ لوگ یہیں ٹھہر جائیں تاکہ میں اپنے دوستوں کی ساری بات بتادوں کیونکہ انکو نہیں معلوم کہ وہ کتنا سوئے ہیں۔ اگر وہ آپ لوگوں کو دیکھیں گے تو یہی سمجھیں گے کہ دقیانوس کی فوج ہمیں گرفتار کرنے آئی ہے۔ وہ دوستوں کے پاس آیا اور کہا: "دوستو! کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم کتنا سوئے ہیں؟"

"بتا تو دیا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم"

"نہیں دوستو! بلکہ ہم لوگ ۳۰۹ سال تک سوئے ہیں۔ دقیانوس بہت سالوں پہلے مر چکا ہے اور اس کے بعد خدا نے ایک پیغمبر بھیجا ہے جس کا نام عیسی ابن مریم ہے۔ خدا کے حکم سے وہ بھی اب آسمان پر چلے گئے ہیں اور اس وقت کا بادشاہ اور لوگ سب اسی پیغمبر کے ماننے والے ہیں اور سب لوگ آپ کے دیدار کے منتظر ہیں۔" اسکے

دوست تعجب سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ان میں سے ایک نے کہا: "تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا یہ چاہتے ہو کہ ہم، لوگوں کے لئے عبرت بنیں؟"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"آؤسب خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ ہم کو اسی طرح اپنی بارگاہ میں بلا لے۔انہوں نے دعا کی خدا نے انکی دعا قبول کر لی اور وہ پھر سے ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور وہ باہر نہ نکلے تو بادشاہ اور اس کے سپاہی اس کے اندر آئے دیکھا کہ سب کے سب اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس غار کو ایک عبادت گاہ کی شکل دی جائے تاکہ قیامت تک کے لئے یہ یادگار رہے۔

یہ واقعہ اس بات کا سبب بنا کہ جو لوگ قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے، وہ لوگ بھی مان گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ یقیناً جس خدا نے پیدا کیا وہ موت دے کر دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔

جناب ایوبؑ کا صبر

جناب ایوب کو خدا نے بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ عظیم روح، طاقتور جسم، خوبصورتی، باوفا بیوی، فرمانبردار اولاد، مال ودولت، باغات اور کھیتی باڑی وغیرہ، لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ خدا کے شکر گزار، نیک، سخی اور لوگوں کے ہمدرد انسان تھے۔

شیطان نے سوچا ان کو طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں پھنسایا جائے۔ ممکن ہے بلا ومصیبت میں گرفتار ہونے کے بعد یہ خدا کا شکر کرنا چھوڑ دیں اور اس سے گلہ و شکوہ کریں۔اس لئے شیطان نے خدا سے کہا: تونے ایوب کو اتنی زیادہ نعمتیں دی ہیں اس لئے وہ تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔اگر وہ بھی دوسروں کی طرح محتاج ہوتے تو تیرے فرمانبردار نہ ہوتے۔

خدا نے جواب دیا: ''ایوب میرے نیک بندوں میں سے ہے۔میں اپنے بندے کو اچھی طرح جانتا ہوں، لیکن پھر بھی میں ان کا امتحان لیتا ہوں۔

اب شیطان جناب ایوب کے بیٹوں پر مسلط ہو گیا اور کچھ ہی عرصہ میں وہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شیطان پھولے نہیں سمارہا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ خدا نے جناب ایوبؑ سے ان کے بیٹوں کو چھین لیا ہے، لہٰذا ابھی یہ اس سے گلہ و شکوہ کریں گیا اور اس کے ناشکرے بندوں میں سے ہو جائیں گے۔

مگر شیطان کی توقع کے بر خلاف نہ صرف یہ کہ جناب ایوبؑ نے خدا کی ناشکری نہیں کی بلکہ خدا کی شکر گزاری اور اور اس کی حمد و ثنا میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

اولاد کی نعمت تو جناب ایوبؑ سے چھن ہی چکی تھی پھر یہ بھی ہوا کہ ان کے باغات اور کھیتوں میں آگ لگ گئی اور وہ بالکل غریب ہو گئے لیکن انہوں نے پھر بھی خدا سے شکوہ نہیں کیا بلکہ اسکے شکریہ اور حمد و ثنا کے ساتھ کہا: "خدا یہ نعمتیں جو تو نے مجھے عطا کی تھیں، تیری امانت تھی جو تو نے میرے حوالے کی تھی اور اب واپس لے لی ہے اور میں بھی تیری مرضی سے خوش ہوں اور ہر حال میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔"

اس کے بعد شیطان جناب ایوبؑ کے جسم پر مسلط ہو گیا اور ان کو سخت بیماری میں مبتلا کر دیا اور یہ سوچا کہ اگر میں نے ایوبؑ کے جسم سے ان کی ساری طاقت ختم کر دی اور انہیں بیمار کر دیا تو شاید یہ خدا کی ناشکری کریں۔

جناب ایوبؑ بیمار ہو گئے، ان کے جسم میں طرح طرح کے زخم اور پھوڑے نکل آئے یہاں تک کہ وہ پک گئے۔ وہ اتنے زیادہ بیمار ہو گئے کہ لوگوں نے چاہا کہ ان کو شہر سے باہر کر دیں۔

بیٹے بھی چھن گئے، دولت بھی چلی گئی اور سخت بیماری میں بھی مبتلا ہو گئے مگر پھر بھی زبان پر شکایت نہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ: ''خدا تو نے مجھے سب نعمتیں دیں اور پھر مصلحت سمجھ کر انہیں واپس لے لیا۔ میں ان نعمتوں کا اور ان گزرے ہوے دنوں کے لئے تیرا شکر گزار ہوں اور آج بھی تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے پاس ایمان اور جان جیسی عظیم نعمتیں موجود ہیں۔"

ادھر شیطان بھی مایوس اور ناامید حالت میں کوئی دوسری تدبیر سوچ رہا تھا۔

ایسی صورت میں صرف جناب ایوبؑ کیوفادار بیوی تھیں جو ہر مشکل،ہر مصیبت اور ہر سختی میں ان کا ساتھ دے رہی تھیں اور مکمل طور سے ان کی خدمت اور تیمارداری میں لگی ہوئی تھیں۔ایک دن شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا،،تم کتنی بہادر ہو۔تم فرشتوں سے بڑھ کر ہو لیکن کیوں مصیبت اور سختی جھیل رہی ہو؟

تمہارے شوہر ایوبؑ خدا کے نزدیک ایک بلند و عظیم مقام رکھتے ہیں۔کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ خدا سے یہ چاہیں کہ خداان کی سختیوں کو کم کردے۔اگراپنے لئے نہیں مانگتے ان کو کم از کم تمہارا خیال تو ہونا چاہئے۔اولاد کی موت کیا کم تھی کہ اوپر سے غربت نے بھی گھیر لیااور بیماری میں بھی مبتلا ہو گئے۔

جناب ایوبؑ کی بیوی نے سوچا یہ آدمی شاید ہمارا ہمدرد ہے اور صحیح کہہ رہاہے۔ وہ اس کی باتوں میں آگئیں اور اسی دن جناب ایوب سے کہنے لگیں "ایوبؑ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں" کہو کیا کہنا ہے۔جناب ایوب نے پوچھا۔

"آپ کو وہ دن یاد ہوں گے جب ہم خوشحال تھے اور سکون آرام کے زندگی گزار رہے تھے۔ہمارے پاس گائے، بھیڑ، بکری، گھوڑے باغات اور کھیتی سب کچھ تھا۔وہ دن جب ہمارے بچے ہمارے گھر کی رونق ہوا کرتے تھے۔"

"ہاں مجھے سب یاد ہے"جناب ایوبؑ نے جواب دیا

پھر آپ خدا سے کیوں نہیں کہتے کہ ان سختیوں،زحمتوں اور نعمتوں کے بدلے میں جو آپ سے چھن گئی ہیں آپ کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔

وہ تندرستی اور نعمتیں کتنے سال کی تھیں؟

بہت زیادہ۔ تقریباً اسی سال کے لئے۔

اور کب سے چھنی ہیں؟

صرف سات سال سے۔

ہمیں خدا سے شرم کرنا چاہئے کہ ان سات سالوں کا ان اسی سالوں سے موازنہ کریں اور اس سے کوئی چیز مانگیں، وہ بھی شکوہ اور شکایت کے ساتھ۔ تم جو کچھ بھی کہہ رہی ہو وہ سب شیطان کا وسوسہ ہے۔ جناب ایوبؑ کی زوجہ اپنی باتوں سے شرمندہ ہو گئیں اور جناب ایوبؑ کی خدمت میں لگ گئیں۔

حضرت ایوبؑ صبر کرتے رہے۔ بیٹوں کی جدائی، بیماری کی تکلیف، تنہائی اور لوگوں کے طعنے سب کچھ برداشت کرتے رہے اور خدا کا شکر ادا کرتے رہے۔ وہ اس سخت اور عظیم امتحان میں کامیاب ہوگئے اور شیطان مایوس ہو گیا۔ پھر ایک دن جناب ایوبؑ نے گریہ وزاری اور خضوع خشوع کے ساتھ (نہ کہ شکوہ و شکایت کی غرض سے) خدا کی بارگاہ میں عرض کیا "انیّ مسّنی الضر و انت ارحم الراحمین" خدا میں غم واندوہ اور مصیبت میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور تو سب سے زیادہ مہربان ہے۔

جناب ایوبؑ کی دعا قبول ہوئی اور خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی "اے ہمارے صابر اور شکر گزار بندے! اپنے پیروں سے زمین کو ٹھوکر مارو تاکہ اس سے خوشگوار پانی کا چشمہ ابلے، پھر اس سے اپنے آپ کو سیراب کرو اور نہاؤ۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چشمہ نکلا جس سے انہوں نے پانی پیا اور نہائے۔ ان کی بیماری چلی گئی، دوبارہ صحت مند ہو گئے اور ان کی جوانی پلٹ آئی۔ بیٹے بھی زندہ ہو گئے اور

باغات و کھیت بھی پھر سے ہرے بھرے ہو گئے۔ پھر سات سال تک خدا کی عبادت و اطاعت اور لوگوں کی ہدایت میں لگے رہے۔

جناب نوحؑ کی کشتی

جناب نوحؑ نے اپنی پوری زندگی خدا کی عبادت اور اس کی دی ہوئی نعمتوں میں گزاری۔ جب ان کو نبی بنایا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی عبادت کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دی۔

کئی سالوں تک جناب نوحؑ خدا کے دین کی تبلیغ کرتے رہے اور لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتے رہے اور اس کی رحمت اور مہربانی کی امید بھی دلاتے رہے۔ سینکڑوں سال کی تبلیغ کے باوجود ان کی قوم نہیں مانی اور خدا کے نبی کی اطاعت اور پیروی کرنے سے انکار کر دیا۔

کئی نسلیں گزر گئیں لیکن چند لوگوں کے علاوہ کوئی جناب نوحؑ پر ایمان نہیں لایا ،بلکہ وہ مشرک اور کافر قوم اپنی اولاد سے بھی یہی وصیت کرتی تھی کہ نوحؑ کی بات نہ ماننا اور ان سے مقابلہ کرنا۔ وہ اتنے زیادہ کٹر اور ضدی ہوگئے کہ جب جناب نوحؑ کچھ کہتے تو وہ لوگ کانوں میں انگلیاں ڈال دیتے یا اپنے سر اور چہرے کو کپڑے سے چھپا لیتے تا کہ کچھ سننے نہ پائیں۔

جناب نوحؑ ہمیشہ ان سے کہتے "اے لوگو! تم میرے خاندان اور قبیلہ کے افراد ہو۔ میں تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں ہوں۔ تم سب کو خدا کی طرف بلاتا ہوں اور بت پرستی ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم لوگ خدا کو مانو اور زندگی کی کامیابی کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرو تو خدا تمہیں معاف کر دے گا اور تم سب کو صحت و سلامتی، لمبی عمر اور خوشبختی عطا کرے گا۔

اگر تم اپنے کو خدا سے قریب کروگے تو جہنم کی آگ سے محفوظ رہوگے اور خدا کی طرف سے تمہارے اوپر خیر و برکی اور رحمت کی بارش ہوگی۔ تمہارے کھیت سر سبز و شاداب ہو جائیں گے اور تم خدا کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکوگے۔

خدا کی طرف پلٹ آؤ۔ وہ خدا جس نے ہم کو، تم کو اور پوری دنیا کو پیدا کیا ہے اور انسان کو عقل و فکر جیسی نعمت دے کر اسے عزت بخشی ہے۔"

مگر افسوس! ان نادان اور ناشکرے لوگوں نے جناب نوحؑ کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور اسی طرح کفر، شرک غرور اور بد بختی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ بلکہ ان کی گستاخی اس حس تک بڑھ گئی کہ جناب نوح پر پتھروں کی بوچھار کرنے لگے۔ وہ برداشت کرتے رہے بلکہ ان لوگوں کے لئے دعا کرتے رہے "خدایا! ان لوگوں کی ہدایت فرما جو نادانی کی وجہ سے میری مخالفت کر رہے ہیں۔" حضرت نوحؑ انہیں ہدایت کی طرف بلاتے رہے لیکن یہ نادان افراد دن بدن ان کو اور زیادہ پریشان کرنے لگے۔

حضرت نوحؑ کے ساتھیوں نے ان سے کہا: "آپ اللہ کے نبی ہیں ان لوگوں کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے۔

حضرت نوحؑ بھی اب ان کے رویہ سے تنگ آچکے تھے۔ انہوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی: "خدایا! میری مدد فرما اور کافروں کو اس زمیں سے نیست و نابود فرما۔"

خدا نے ان کی دعا قبول کرلی اور عذاب خدا کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ چالیس سال تک ان لوگوں کے یہاں کسی بھی بچے کی ولادت نہیں ہوئی۔ ہر جگہ قحط پڑ گیا اور ان کی ساری دولت ختم ہوگئی۔

جناب نوحؑ نے سوچا مصیبتوں میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اب شاید یہ لوگ میری بات مان جائیں اس لئے پھر سے انہیں خدا کے دین کی طرف بلایا لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور اپنی بات پر اڑے رہے۔

تب خدا نے جناب نوح کو وحی کی ''اب ہمارے حکم سے اور ہمارے سامنے کشتی بنایئے۔ حضرت نوحؑ خدا کے حکم سے شہر سے کچھ دور جاکر کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ لوگ وہاں آتے تھے اور جناب نوحؑ کا مذاق اڑاتے تھے۔

کل تک تو تم یہ کہتے تھے میں خدا کا پیغمبر ہوں اور آج بڑھئی بن گئے۔ دریا سے اتنی دور کشتی کیوں بنا رہے ہو؟ کیا دریا خود چل کر تمہارے پاس آئے گا؟ واہ کیا بات ہے پانی کا کہیں نام و نشان نہیں اور تم کشتی بنا رہے ہو۔

حضرت نوحؑ ایک کان سے ان کی بات سنتے اور دوسرے کان سے باہر نکال دیتے تھے اور خدا کے بھروسے اور اس کی امید پر کشتی بنانے میں لگے ہوئے تھے۔

جب کشتی بن گئیتو خدا نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ تمام جانوروں اور پرندوں میں تھوڑے تھوڑے اپنے ساتھ لے لیجئے اور اس کے بعد خود بھی اپنے پیروکاروں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو جایئے۔

سب لوگ کشتی میں سوار ہو گئے۔ کچھ دیر بعد بادل آنا شروع ہوئے۔ بارش برسنے لگی۔ زمین سے پانی ابلنے لگا اور اس طرح سے ایک سیلاب بن گیا۔ لوگ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے اور ادھر، ادھر بھاگنے لگے، لیکن اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا سیلاب چاروں طرف سے ان کو گھیر چکا تھا اور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

جناب نوحؑ نے دیکھا ان کا بیٹا "کنعان" بھی سیلاب میں پھنس چکا ہے۔ انہوں نے بیٹے کو آواز دی "آؤ ہمارے ساتھ میں سوار ہو جاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے۔" اس نے کہا: "میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو بچا لوں گا لیکن آپ کے ساتھ نہیں آؤں گا۔"

جناب نوحؑ اپنے بیٹے کا جواب سن کر مایوس ہو گئے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا دئے "خدایا! میرا بیٹا بھی میرے خاندان میں سے ہے، تیرا وعدہ حق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔" خدا کی طرف سے جواب ملا: "وہ تمہارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس نے تمہاری تمہاری مخالفت کی اور سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا۔"

کشتی ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا کر رک گئی۔ خدا کے حکم سے آسمان سے پانی برسنا بند ہو گیا اور زمین نے بھی سارا پانی اپنے اندر جذب کر لیا۔ سب لوگ خوشی خوشی کشتی سے اترے اور زندگی بسر کرنے لگے۔

جناب نوحؑ اس کے بعد سینکڑوں سال تک زندہ رہے اور خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ ایک دن خدا کا ایک فرشتہ جناب نوحؑ کے لئے خدا کی طرف سے یہ پیغام لایا "اے نوحؑ! آپ کی عمر اور نبوت ختم ہونے والی ہے اور آپ دنیا سے جانے والے ہیں۔ اب اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین بنایئے اس لئے کہ یہ زمین کسی وقت بھی ہادی اور راہنما سے خالی نہیں ہو سکتی تا کہ لوگ یہ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہماری ہدایت کرنے والا کوئی نہ تھا۔

پھر موت کا فرشتہ ان کے پاس اور سلام کیا۔ حضرت نوحؑ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کس لئے آئے ہو؟ آپ کی روح قبض کرنے کے لئے۔ جناب نوحؑ اس وقت دھوپ میں کھڑے تھے فرمایا: کیا مجھے اجازت ہے کہ سائے میں چلا جاؤں۔ اس نے کہا

ہاں اجازت ہے۔جب وہ سائے میں گئے تو فرشتہ نے پوچھا: اے انسانوں میں سب سے زیادہ عمر پانے والے انسان! دنیا کیسی ہے؟ فرمایا: اسی طرح جیسے میں دھوپ سے سایہ میں آیا۔

فرشتہ نے ان کی روح قبض کی۔ وہ اس دنیا سے انتقال فر گئے اور انہیں اس جگہ دفن کیا گیا جہاں آج کل نجف اشرف ہے اور ہمارے پہلے امام حضرت علیؑ وہاں دفن ہیں۔

سبھی قرآن کا احترام کرتے ہیں لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو مستقل اسکی تلاوت کرتے ہیں اور کم لوگ ایسے ہیں جو اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اس عیب کو ختم کرنے کے لئے پہلا اقدام یہ کرنا چاہیئے کہ نوجوانوں اور جوانوں کو قرآن کے متن اور ترجمہ سے واقف کیا جائے اور قرآن کے شیریں اور حیات آفریں جام کا ذائقہ انہیں چکھایا جائے۔

قائد انقلاب امام خامنہ ای

طالوت اور جالوت

جناب موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل مکمل طور سے گناہوں میں ملوث تھے۔انہوں نے خدا کے اس دین کو بالکل بدل ڈالا تھاجوان کی کامیابی اور سربلندی کا سبب تھااوراس کی وجہ سے ان کی زندگی میں رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا تھا۔انہوں نے خدا کے حکم کی مخالفت کی اوراس پر عمل نہیں کیا یہی وجہ تھی کہ جالوت نامی ایک بادشاہ ان پر مسلط ہو گیااوران پر حکومت کرنے لگا۔

بنی اسرائیل اس بادشاہ کی حکومت میں ذلت اور پستی کی زندگی بسر کرنے لگے۔کچھ لوگ قتل کر دئے گئے،کچھ کو قیدی بنایا گیااور بعض لوگوں کو شہر سے باہر کر دیا گیا۔عورتوں کواسیر کر لیا گیااور مردوں کا پورا کاروبار چوپٹ ہو گیا۔

جب بنی اسرائیل بہت زیادہ پریشان ہوگئے تو اپنے وقت کے نبی حضرت ''سموئیلؑ'' کے پاس گئے اور ان سے بادشاہ کے ظلم وستم کی شکایت کرنے لگے۔لوگوں نے دست ادب جوڑ کران سے درخواست کی "اے اللہ کے نبی! ہم جالوت کے ظلم وستم اوراس کی نانصافی سے تنگ آچکے ہیں اور آپ سے چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے ایک عادل حاکم کاانتخاب کیجئے تاکہ ہم اس کے ساتھ مل کراس ظالم بادشاہ کامقابلہ کر سکیں۔"

اگرتم نے وعدہ خلافی کی، سستی کا مظاہرہ کیااوراس کے حکم کو نہ مانا تو؟

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں جہاد نہ کریں۔جب کہ ہم کو ہمارے گھروں سے نکالا گیا ہے۔دشمن نے ہمارے شہر پر قبضہ کر لیا ہے اور ہمارے بچوں کو قیدی بنالیا گیا ہے۔

تب جناب سموئیلؑ نے خداوند متعال کی بارگاہ میں دعا کی اور خدا نے طالوت کو ان کا حاکم مقرر کر دیا۔

طالوت

طالوت اپنے باپ کے ساتھ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے۔اچانک انہوں نے دیکھا کہ ان کے باپ کا گھوڑا کھو گیا ہے۔وہ گھوڑے کو ڈھونڈھنے نکلے، بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ مل سکا۔گاؤں سے نکل کر جنگلوں اور بیابانوں میں تلاش کیا لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا۔واپس لوٹ آئے کہ کہیں ان کے والد پریشان نہ ہو جائیں۔

طالوت جس راستے سے لوٹ رہے تھے اس راستے میں جناب سموئیلؑ کا گھر بھی پڑتا تھا۔طالوت نے سوچا جناب سموئیلؑ کے گھر چلا جائے اور ان سے پوچھا جائے۔ کیونکہ وہ اللہ کے نبی بھی ہیں اس لئے وہ بتا سکتے ہیں۔راستے میں ان کو ایک نوجوان ملا اس سے پوچھا جناب سموئیلؑ کا گھر کہاں ہے ؟ نوجوان نے اشارہ کیا،اس جگہ کو دیکھ رہے ہو جناب سموئیلؑ ابھی وہاں آئیں گے، کیونکہ لوگ وہاں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

طالوت اس نوجوان کا شکریہ ادا کر کے اس جگہ کی طرف چل دئے جس کی طرف نوجوان نے اشارہ کیا تھا۔

وہاں پہونچ کر دیکھا،ایک بزرگ جن کے چہرے سے پیغمبری کے آثار نمایاں ہیں، دلنشین گفتگو، نورانی چہرہ، ہیبت اور دوسری نشانیاں۔جناب سموئیلؑ چاروں طرف دیکھ رہے تھے ۔اچانک ان کی نظریں طالوت پر جا کر رک گئیں اور سمجھ گئے کہ یہی طالوت ہے۔پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:''اے لوگو! خدا نے اس شخص کو تمہارا حاکم معین کیا ہے۔

لوگوں کو بھی تعجب ہوا اور طالوت خود حیران تھے۔ کبھی لوگوں کو دیکھتے اور کبھی جناب سموئیلؑ کی طرف نگاہ کرتے۔

لیکن میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ اپنے گھوڑے کے بارے میں.....

گھبراؤ نہیں! تمہارا گھوڑا بھی مل جائے گا۔ خدا نے تم کو بنی اسرائیل کا حاکم مقرر کیا ہے تاکہ تم ان کو ان کے دشمنوں سے نجات دلاؤ اور ان کو کامیابی و سربلندی کا تحفہ پیش کرو۔

حکومت اور فرمانروائی؟! میں تو ایک سیدھا سادہ دیہاتی ہوں!

تمہیں خدا کے اس لطف و کرم اور مہربانی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ پھر جناب سموئیلؑ نے طالوت کا ہاتھ پکڑا اور ان کا تعارف کروایا، لیکن لوگ چونکہ صرف ان کی ظاہری حالت کو دیکھ رہے تھ اس لئے کہنے لگے: "یہ ہمارا حاکم کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے اچھی طرح تو ہم خود حکومت کر سکتے ہیں۔

اسے خدا نے منتخب کیا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ خدا خود ان کو قوت و طاقت عطا کرے گا اور جو امکانات اور وسائل ان کے ضروری ہے خود فراہم کرے گا۔ کسی ملک کی حکومت، مال و دولت اور حسب و نسب کی بنیاد پر نہیں ہوتی بلکہ حکومت کے لئے ہوشیاری، بہادری، مہارت، ایمان اور توکل کی ضرورت ہے اور طالوت میں یہ ساری چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ہیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ شخص ملک کا حاکم ہو سکتا ہے جس پاس مال و دولت اور حسب و نسب ہو لیکن یہ سب چیزیں نہ ہوں ؟ اور کیا ایسا شخص دشمن سے جم کر لڑ سکتا ہے ؟

ہم خدا کے فیصلہ کو قبول کرتے ہیں لیکن ہمیں کوئی ایسی علامت بتایئے جس سے ہم مطمئن ہو جائیں کہ اسے خدا نے منتخب کیا ہے۔

طالوت کی حکومت کی علامت وہ مقدس صندوق ہے جسے تم لوگوں نے ذلت اور رسوائی سے کھو دیا ہے۔ ابھی خدا کے فرشتہ اس صندوق کو صحیح و سالم تمہارے پاس لائیں گے۔

صندوق آیا اور جناب سموئیلؑ کی بات سچ ثابت ہوئی۔ لوگوں نے طالوت کے ہاتھوں پر بیعت کی اور خوشی خوشی و مطمئن ہو کر ان اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔

مقدس صندوق

وہ مقدس صندوق جناب موسیٰؑ کے حکم سے شریعت کی حفاظت، بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے اور فرعون سے نجات حاصل کرنے کی یادگار کے طور پر بنایا گیا تھا، اسکے اندر توریت اور جناب موسیٰ کا عصا تھا۔ یہ صندوق بہت ہی مقدس اور محترم تھا اور جنگ میں ہمیشہ لشکر کے آگے رکھا جاتا تھا تاکہ اسے دیکھ کر سب بہادری اور جوش کے ساتھ لڑیں اور کامیاب ہو جائیں۔ ایک جنگ میں بنی اسرائیل کی کوتاہی سے یہ صندوق دشمن کے ہاتھ لگ گیا اور پھر طالوت کے حاکم بنتے ہی جناب سموئیل کی دعا اور حکم خدا سے واپس انکے پاس آگیا۔

طالوت کی حکومت

طالوت نے حاکم بنتے ہی فوج تیار کرنا شروع کر دی اور کچھ ہی عرصے میں انکی ہوشیاری اور ذہانت سے لوگوں کے نزدیک یہ ثابت ہو گیا کہ طالوت حکومت کے لائق ہے اور وہی حاکم بن سکتا ہے پھر طالوت نے لوگوں سے کہا کہ خدا کی نشانیوں کے دفاع اور

دشمن سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور پھر اعلان کیا کہ میرے لشکر میں وہی شامل ہو سکتا ہے جو دنیا کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے جہاد کر سکتا ہو۔

طالوت نے اپنے سپاہیوں کو سخت دھوپ میں ایک بیابان میں چلنے کا حکم دیا۔ ایک لمبا راستہ طے کرنے کے بعد وہ پیاس سے بے حال ہو گئے اور ہمت ہار گئے۔ اصل میں طالوت یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان میں سب سے بہتر کون ہے تاکہ فوج کے لئے انکا انتخاب کیا جائے۔ طالوت ان سے کہنے لگے: ''ہم جلد ہی ایک نہر کے پاس پہنچنے والے ہیں کہ جس کا پانی بہت خوشگوار ہے لیکن کسی کو بھی ایک چلو سے زیادہ پینے کی اجازت نہیں ہے صرف وہ لوگ جن کا ایمان مضبوط اور ارادہ پکا تھا، انہوں نے ایک چلو سے زیادہ نہیں پیا اور جن کا ایمان کمزور تھا انہوں نے کہا کہ اب ہم میں طالوت کا ساتھ دینے کی طاقت نہیں ہے۔

جن کے دل نور ایمان سے منور تھے اور خدا کی مدد اور اسکی پشت پناہی سے امید لگائے ہوئے تھے انہوں نے کہا: "اے طالوت! آپ ہمارے سردار اور حاکم ہیں۔ آپ کا جو بھی حکم ہو گا ہم اسے انجام دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے دل میں کوئی ڈر نہیں ہے اور اللہ کی مدد سے آپ ہمارے اندر کسی طرح کی سستی اور نافرمانی نہیں پائیں گے۔"

بہت سے ایسے گروہ ہیں جو کم ہونے کے باوجود خدا کی مدد سے زیادہ تعداد والے گروہ پر غالب آتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں اور خدا انہی لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرتے ہیں۔

آخر کار دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہو گئی اور جالوت جو ایک جنگجو اور بے ایمان آدمی، حق کا دشمن اور باطل پرست تھا، اپنے لشکر سے باہر نکلا اور چلا کر کہنے لگا: ''تم

میں سے کس میں ہمت جو مجھ سے آکر لڑے ؟'' جالوت اسی طرح چلاتا رہا اور طالوت کے سپاہیوں کو ڈراتا رہا۔ کسی کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اسکے ساتھ جاکر لڑے کیونکہ وہ تلوار چلانے میں بہت ماہر تھا۔

جناب داؤد میدان میں

ایک صاحب ایمان بوڑھے شخص نے اپنے بیٹوں کو بھی طالوت کے ساتھ جہاد کے لئے بھیجا تھا لیکن اپنے چھوٹے بیٹے کو جنگ میں شرکت کرنے سے منع کیا تھا اور صرف یہ کہا تھا کہ تم اپنے بھائیوں کی خبر مجھ تک پہنچاتے رہنا۔ داؤد نے جب یہ دیکھا کہ جالوت ابھی اسی طرح چلا رہا ہے تو اس سے برداشت نہ ہو سکا اور میدان میں جانے کی اجازت مانگی۔

"تم ابھی نوجوان ہو۔ جو بھی اسکے سامنے گیا وہ قتل ہو گیا ہے۔" طالوت نے کہا۔

"مومن اپنے ایمان کی طاقت سے لڑتا ہے۔ کمسنی اور نوجوانی دشمن سے لڑنے کے لئے مانع نہیں ہوتی۔" داؤد نے جواب دیا۔

طالوت نے اجازت دے دی اور داؤد میدان میں آگئے۔ داؤد غلیل کے ذریعے نشانہ لگانے میں بہت ماہر تھے اور چلتے وقت اپنے ساتھ غلیل اور چھوٹے چھوٹے پتھر بھی لائے تھے۔ جالوت نے جب دیکھا کہ ایک نوجوان مجھ سے لڑنے آیا ہے جو دیکھنے میں کمزور اور ناتجربہ کار لگتا ہے تو بہت زور سے ہنسا اور کہنے لگا: "اے جوان ! تم کیوں میرے سامنے آئے ؟ واپس چلے جاؤ ابھی تمہارے سینے میں نہ جانے کتنے ارمان ہوں گے۔ کیوں میرے ہاتھ سے قتل ہونا چاہتے ہو۔"

داؤد نے جواب دیا: "اے خدا کے دشمن! میرے کم عمر ہونے سے دھوکہ مت کھا۔ میرا دل ایمان سے سرشار ہے اور میں تجھ سے مظلوم لوگوں کا انتقام لینے کے لئے بے چین ہوں۔"

جالوت آگے بڑھاتا کہ اپنی تلوار سے داؤد پر حملہ کرے لیکن داؤد نے بہت پھرتی سے جالوت کی پیشانی کا نشانہ لیا اور پتھر سیدھا جاکر اس کی پیشانی پر لگا۔ اس کے بعد لگاتار کئی پتھر اسکی طرف روانہ کئے یہاں تک کہ دو پتھر اس کی آنکھوں میں جاکر لگے اور اسے ہلاک کر دیا۔

طالوت کے لشکر میں خوشی کے نعرے لگنے لگے اور جالوت کا لشکر بھاگنے لگا۔ طالوت کے لشکر نے انکا پیچھا کیا اور ان میں سے بہت سے سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح جالوت کا لشکر شکست کھا گیا۔ اس طرح ایمان کی کفر پر جیت ہو گئی پھر داؤد طالوت کے جانشین بن گئے۔ اسکے بعد نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور اپنی قوم کی ہدایت کرنے لگے۔ لوگوں نے ان کی حکومت اور سرپرستی میں عزت، سربلندی، عدل و انصاف، ایمان، خداپرستی اور انسان دوستی کی زندگی گزاری۔ جناب داؤد کو خدا نے دلنشین آواز بھی عطا کی تھی جس کے ذریعے سے وہ خدا سے راز و نیاز کرتے تھے اور زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ انکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو جانور اور پرندے بھی انکی آواز سن کر رک جاتے تھے اور انکی دلنشین آواز سے لطف اٹھاتے تھے۔ ''واذکر عبدنا داؤد ذالاید انه اواب'' (سورۂ ص،۱۷)

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر
علامہ اقبالؒ

دشمن رسول (ص)
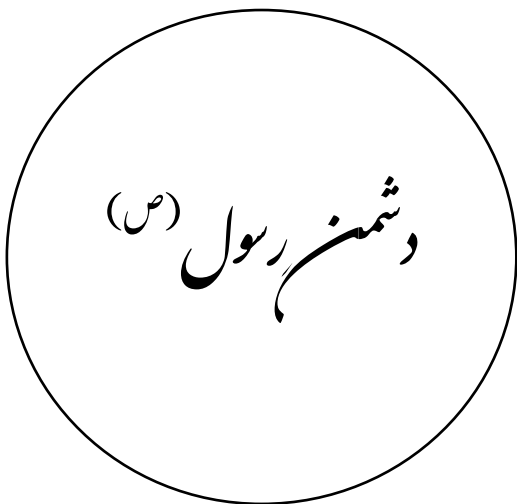
حضرت محمد مصطفیؐ اپنی نبوت کا اعلان کر چکے تھے لیکن ابھی انکے کچھ رشتہ داروں اور دوستوں کو اسکی اطلاع نہیں تھی لہٰذا وہ اب بھی گناہوں میں زندگی بسر کر رہے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "وَ أأنذِرعَشِیرَتَکَ الأأقرَبِینَ" اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو آگاہ کر دو۔ پیغمبرؐ "صفا" نامی پہاڑی پر گئے اور فرمایا: اے لوگو! میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ جب کبھی کوئی اہم مسئلہ ہوتا تھا تو لوگوں کو اسی طرح اطلاع دی جاتی تھی۔ یہ خبر سنتے ہی قبیلۂ قریش والے جمع ہو گئے اور کہنے لگے: ہمیں کیوں بلایا ہے؟ آخر کون سی اہم خبر ہے؟

اگر میں تم سے یہ کہوں کہ آج شام یا کل صبح دشمن کا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ ہاں ہاں! کیوں نہیں؟! آپ جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں؟! ہم نے آج تک آپکی زبان سے کوئی جھوٹ نہیں سنا۔

تو پھر سنو: میں تم سب لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے حق کا راستہ اختیار نہ کیا اور باطل کے راستہ پر چلتے رہے تو تمہارے اوپر بہت سخت عذاب ہو گا۔

ابولہب نے جیسے ہی رسولؐ کی یہ بات سنی تو گستاخی سے بولا: اسی لئے ہمیں یہاں بلایا تھا؟ اور اسکے بعد رسولؐ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے لوگوں سے کہا: اسکی باتیں نہ سنو۔ ابولہب کے اس برے سلوک نے رسول خداؐ کو بہت رنجیدہ کیا۔ ان کے چہرے اور آنکھوں سے غم کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد خداوند حکیم

نے اس سورہ کو نازل کیااور رسول خدانے لوگوں کے سامنے خداکے اس کلام کی تلاوت کی "تبت یدا ابی لھب "یعنی ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

تھوڑی ہی دیر میں یہ آیتیں ہر ایک کی زبان پر جاری ہونے لگیں اور ابو لہب کے کانوں تک بھی پہنچیں جس میں ابو لہب کی ہلاکت اور خداکے عذاب کی خبر دی گئی تھی۔

چونکہ ابو لہب کے دل ودماغ اور اس کے آنکھ ،کان پر رسول اکرمؐ سے دشمنی اور حسد کی وجہ سے پردے پڑے ہوئے تھے اس لئے قرآن کی یہ آیتیں سن کر وہ اور زیادہ جلنے لگا۔

اگرچہ ابو لہب رسول خداؐ کا چچا تھا،ان کو اچھی طرح جانتا تھا،ان کے ماضی اور حال سے اچھی طرح واقف تھا اور اسے معلوم تھا کہ دشمن ،دوست،جاننے والے،نہ جاننے والے سبھی آپ کو امین سمجھتے تھے۔

ابو لہب سے جس طرح سے بھی ہو سکتا تھا رسول خداؐ کو اذیت اور تکلیف پہونچاتا تھااور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول خداؐ لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر رہے تھے اور ان سے کہتے تھے "قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا""اے لوگو! اگر تمہیں اپنی زندگی میں کامیاب ہونا ہے تو اقرار کرو کہ "اللہ" کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہی سب کا معبود ہے۔

ابو لہب ہر گلی، کوچہ، بازار اور محلے میں جا کر کہتا تھا کہ محمدؐ کی باتیں نہ مانو۔اس کی اطاعت نہ کرو وہ جھوٹا ہے۔

ابولہب پیغمبرؐ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا تھا"تم کہتے ہو خدا کا عذاب میرا انتظار کر رہا ہے! لیکن میں اپنے مال و دولت، اپنے بیٹوں، اور اپنے قبیلہ کی مدد سے ہر سختی اور مصیبت سے مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

ابولہب شاید گزشتہ لوگوں کی تاریخ کو بھلا بیٹھا تھا کہ وہ کس طرح سے اپنی دولت، اولاد اور قوم و قبیلہ پر گھمنڈ کرتے تھے؟ لیکن انہیں کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکی۔ وہ فرعون کی تاریخ بھول گیا تھا کہ اس نے کس طرح طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو"سب سے بڑا خدا" کہلوانا شروع کر دیا تھا؟ اور پھر آخر میں اسے کس طرح ذلت کا سامنا کرنا پڑا؟

وہ قارون کی داستان بھی بھلا بیٹھا تھا کہ دنیا کا سب سے زیادہ پیسے والا آدمی بھی اپنی موت کو نہ روک سکا اور اپنی بنائی ہوئی جنت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اس کی روح قبض کر لی گئی۔

جی ہاں! مال و دولت اولاد اور حسب و نسب کچھ بھی انسان کے کام آنے والا نہیں ہے اور صرف نیک عمل ہے جو انسان کو بدبختی اور جہنم کی آگ میں جانے سے روک سکتا ہے۔

ابولہب کی دولت، اس کی اولاد اور اس کے دوست واحباب بھی اس کے کام نہ آ سکے۔ اس کا بیٹا "عتبہ" بھی باپ کی طرح کافر اور پیغمبر کا سخت دشمن تھا اور لوگوں سے کہتا تھا" محمدؐ کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں وحی اور نبوت کو قبول نہیں کرتا اور کافر ہوں۔"

ابو لہب کا بیٹا "سورہ والنجم" کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ رسول خدا نے اس کے لئے بد دعا کی ہے اور فرمایا ہے "خدایا! اس پر کسی درندے کو مسلط کر دے" عتبہ ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا اور اسے کبھی بھی سکون نہیں ملتا تھا۔ ایک دن سفر کرتے وقت تھک گیا، اپنے دوستوں سے کہنے لگا یہاں رک کر ذرا آرام کریں۔

سب لوگ گھوڑے سے اتر گئے اور آرام کرنے لگے لیکن عتبہ بری طرح سے ڈر رہا تھا اور ڈر کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ اس کے دوستوں نے اس کے چاروں طرف اونٹ باندھ دئے تاکہ وہ محفوظ رہے۔ خدا کے حکم سے ایک شیر آیا اور اس پر حملہ کرکے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے لیکن اونٹوں نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کی۔ وہ اپنے مشرک اور کافر باپ کی طرح اپنی موت کا مقابلہ نہ کر سکا اور ہلاک ہو گیا۔ اس طرح یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ مال و دولت اور طاقت انسان کو نہیں بچا سکتے۔ صرف خدا، خدا کی ہدایت، نیکی، سچائی اور آخرت میں کامیابی کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

ابو لہب کی بیوی ام جمیل (ابو سفیان کی بہن) بھی ابو لہب کی طرح رسول خداؐ کی دشمن تھی۔ وہ ہمیشہ کانٹے وغیرہ جمع کرکے جس راستہ سے رسول خداؐ گزرتے تھے وہاں بچھا دیتی تھی تاکہ رسول خداؐ کو تکلیف ہو۔ کبھی کبھی لکڑیاں اور جھاڑیاں وغیرہ اکٹھا کرکے لاتی تھی اور انکو آگ لگاتی تھی تاکہ رسولؐ کو مسجد میں جانے سے روکے۔

جب امّ جمیل نے قرآن کی ان آیتوں کو سنا غصّے سے لال ہو گئی اور ہاتھ میں ایک پتھر اٹھائے ہوئے رسول خداؐ کو ڈھونڈھتی ہوئی مسجد کی طرف آئی تاکہ رسول خداؐ سے انتقام لے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کہنے لگی ''ہم محمد کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں،اسکے خلاف لوگوں کو بھڑکائیں گے،اسکے دین اور اسکی باتوں کو ہرگز نہیں مانیں گے۔"رسول خدا کے ایک ساتھی نے ان سے کہا: یارسول اللہ! امّ جمیل بہت غصہ میں ہے اور آپکی طرف آرہی ہے، مجھے ڈر ہے کہیں آپ کو دیکھ لے اور اذیت پہنچائے؟پیغمبرؐ نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی''وَاِذاقَرَاتَ القُرآنَ جَعَلنَا بَینَکَ وَ بَینَ الَّذِینَ لَا یُؤمِنُونَ بِاآاخِرَۃِ حَجَاباً مَستُوراً"''اور جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے درمیان حجاب (پردہ) قائم کردیتے ہیں"

ام جمیل رسول اسلامؐ کے سامنے سے گزری مگر ان کو دیکھ نہ سکی، لیکن بہت غصے سے رسول خدا کے ایک ساتھی سے کہنے لگی:''میں نے سنا ہے تمہارا دوست مجھے برا کہتا ہے۔

ام جمیل کے پاس موتیوں کا ایک قیمتی ہار تھا اس نے رسول خدا کی دشمنی کی وجہ سے کہا:

"میں اس ہار کو محمد کو اذیت پہنچانے کے لئے بیچ کر خرچ کروں گی۔"اس لئے قیامت کے دن ایک دردناک عذاب اسکا انتظار کررہا ہے اور آگ کا ایک ہار اسکو جلانے کے لئے آمادہ ہے۔یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ وہ رسول خداؐ کے راستہ میں جلتی ہوئی لکڑیاں اور کانٹے بچھاتی تھی تاکہ رسول خدا کی تبلیغ میں رکاوٹ بن سکے اور توحید کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچنے پائے اور انسانوں کے درمیان عدل وانصاف نہ قائم ہوسکے لیکن اسکے خلاف اسلام روز بروز پھیلتا گیا اور آج تک لوگ اسلام جیسے عدل وانصاف والے مذہب کو قبول کررہے ہیں۔اور اس وقت دنیا اس شخص کے انتظار میں ہے جسے ''مہدی

موعود'' کہا جاتا ہے تا کہ وہ آئے اور ظلم وستم سے بھری ہوئی اس دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے اور دنیا میں امن وسلامتی کی حکومت قائم ہو۔

خدایا! امام زمانہ (عج) کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہم سب کو انکے چاہنے والوں اور مددگاروں میں شامل فرما۔ (آمین)

رسول اسلام حضرت محمد (ص) نے فرمایا:

تم میں بہترین انسان وہ ہے جو خود قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور پھر دوسروں کو سکھائے۔

فداکاری اور ہجرت

جناب ابو طالب رسول خدا حضرت محمد مصطفیؐ کے چچا اور سرپرست تھے۔ ان کی وفات کے بعد رسول خداؐ کی زندگی سخت ہو گئی۔ مشرکین ان کو پہلے سے زیادہ ستانے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ رسولؐ اور ان کے ساتھیوں پر پتھروں سے حملے کرنے لگے۔ اب رسول اکرمؐ مکہ کے مشرکوں سے تنگ آ چکے تھے، اس لئے آپ نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جاکر خدا کے دین کی تبلیغ کی جائے اور مسلمانوں کی قوت و طاقت کو یکجا کر کے منظم کام کیا جائے۔

قریش والے جانتے تھے اگر پیغمبر اسلامؐ مکہ سے مدینہ چلے گئے تو ان کی قوت اور زیادہ بڑھ جائے گی، کیونکہ مدینہ کے دو بڑے قبیلے "اوس" اور "خزرج" ان کی مدد کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

اس لئے مشرکوں نے فیصلہ کیا کہ پیغمبرؐ کے مکہ سے نکلنے سے پہلے ہی ان کے گھر کو گھیر کر انہیں قتل کر دیا جائے تاکہ پیغمبرؐ کے قتل کا ذمہ دار کوئی خاص آدمی نہ ہو۔ وہ لوگ "دار الندوہ" نامی جگہ اکٹھا ہوئے تاکہ اپنی اس شیطانی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے پر غور کریں کہ پیغمبرؐ کو کیسے قتل کیا جائے؟

اس کام کے لئے انہوں نے ہر قبیلے کے ایک جنگجو جوان کو لیا اور ایک رات معین کر لی تاکہ اس رات سب لوگ پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر کر بستر ہی پر ان کا قتل کر دیں۔

رسول خدا کو وحی کے ذریعہ مشرکین کی اس ناپاک سازش کا علم ہو گیا" وَ اِذ یَمکُر بِکَ الَّذِینَ کَفَرُوا لِیُثبِتُوکَ وَ یَقتُلُوکَ اَو یَخرُجُوکَ وَ یَمکُرُونَ وَ یَمکُرُ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیرُ المَاکِرِینَ " جب رسول اسلامؐ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے سب سے باوفا صحابی اور اور اپنے جانشین حضرت علیؑ کے پاس آئے جو ہمیشہ رسولؐ اور اسلام کی حمایت کرتے تھے۔

حضرت علیؑ اگرچہ دشمن کی خباثت اور پستی سے آگاہ تھے پھر بھی قریش کے کسی بھی آدمی سے نہیں ڈرتے تھے۔آپ عرب میں سب سے بہادر اور پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے شخص تھے۔

رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے کہا : مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آج رات مدینہ چلا جاؤں اور تم میرے بستر پر سو جاؤ۔

حضرت علیؑ یہ سن کر بہت خوش ہو گئے کہ اگر میں رسولؐ کے بستر پر سو جاؤں تو ان کی جان بچ جائے گی،اس لئے خوشی سے قبول کر لیا،کیونکہ اس طرح حضور پر اپنی جان فدا کرنے کا موقع ملا اور حضور کی ذات تو پوری دنیا کے لئے خدا کی طرف سے رحمت ہے۔اس طریقے سے حضرت علیؑ اسلامی بنیادوں کی حفاظت اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کی راہ میں جان فدا کر سکتے تھے اور اپنے پاک خون کو اسلام کی راہ میں ہدیہ کر سکتے تھے۔

حضرت علیؑ اس رات بالکل اطمینان کے ساتھ رسول خدا کے بستر پر سوئے اور ان کے ارادے میں ذرہ برابر بھی سستی پیدا نہ ہوئی۔رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد مشرکوں نے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ کوئی

حضور کے بستر پر چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ محمدؐ ہی لیٹے ہیں۔ کچھ دیر بعد رسول خداؐ گھر سے باہر نکلے دیکھا چاروں طرف مشرکین گھر کو گھیرے کھڑے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے سورۂ یٰسین کی یہ آیت "**وَ جَعَلنَا مِن بَینَ اَیدِیھِم سَدّاً وَمِن خَلفَھَم سَدّاً فَاَغشَینَاھُم فَھُم لَا یُبصَرُونَ** "" اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنادی ہے اور پھر انہیں عذاب سے ڈھانک دیا ہے کہ وہ کچھ دیکھنے کے قابل نہیں رہ گئے ہیں۔" (یٰسین ۹) پڑھی اور ان کے سامنے سے گزر گئے لیکن انہیں پتہ بھی نہ چل سکا کہ پیغمبرؐ ہمارے سامنے سے گزر گئے ہیں۔

کچھ دیر بعد مشرکوں نے رسولؐ کو قتل کرنے کے لئے گھر کا دروازہ توڑا اور حملہ کرنے کے لئے چادر کھینچی، لیکن جیسے ہی چادر کھینچی سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

یہ کیا! یہ تو محمدؐ نہیں ہے۔ یہ علیؑ ہے۔ تو پھر محمدؐ کہاں ہے؟!

ان لوگوں نے غصے میں حضرت علیؑ پر حملہ کیا، لیکن حضرت علیؑ نے بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں گھر سے باہر کیا۔ تب انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا: محمد کہاں گئے؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا: تم لوگوں نے ان سے کہا تھا کہ ہمارے درمیان سے چلے جاؤ۔ اس لئے وہ چلے گئے۔

دشمن وہاں سے چلے گئے اور رسول اکرمؐ کی تلاش میں نکل پڑے۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے وہ اس غار کے پاس پہنچے جس میں رسول اکرمؐ نے پناہ لی تھی۔ خدا کے حکم سے غار کے دہانے پر مکڑی کا جالہ بن گیا تھا اور اس کے سامنے ایک کبوتر کا گھونسلہ تھا جس میں دو

کبوتر انڈے دے کر آرام سے بیٹھا ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اس غار کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: وہ اس غار میں نہیں ہوں گے۔

ہاں! ناممکن ہے کہ اس میں ہوں۔

صحیح کہہ رہے ہو۔ مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کئی دن سے اس غار میں کوئی نہیں گیا ہے۔

وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ رسول اکرمؐ ان کے شر سے بچ گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، جہاں انہوں نے اسلام کو پھیلایا اور لوگوں کی ہدایت کی۔ یہی ہجرت اسلامی تاریخ کا آغاز قرار پائی۔

حضرت علیؑ کی اس قربانی اور بہادری پر قرآن کی آیت نازل ہوئی جو ان کی عظمت اور بلند مرتبہ کو بیان کرتی ہے۔

"**وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشرِى نَفسَهُ ابتِغَاءَ مَرضَاةِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَ ءُ و فُ م بِالعِبَادِ**" "کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کی مرضی کے لئے اپنی جان بیچ (قربان کر) دیتے ہیں۔ اور خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے" (بقرہ ۲۰۷)

محروموں کی مدد

رسول خداکو حضرت علیؑ کے بیٹے ،جناب فاطمہ زہراؑ کے نور نظراور اپنے نواسوں یعنی حضرت امام حسنؑاور حضرت امام حسینؑ سے ایک خاص لگاؤ تھااور ان سے اتنی محبت کرتے تھے کہ ان دونوں کواپنی گود میں لیتے اور چومتے تھے۔

ایک بار بہار کے موسم میں امام حسنؑاور امام حسینؑ دونوں بیمار ہوگئے اور یہ خبر رسول خداؐ تک پہنچی۔ رسول اکرمؐ یہ سن کر بہت غمگیں ہوئے اور اصحاب کے مجمع میں حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علی اپنے بیٹوں کی صحت کے لئے نذر مانو تاکہ خداان کو شفابخشے۔

حضرت علی،جناب فاطمہ زہراؑاور ان کی کنیز جناب فضہ نے نذر کی کہ یہ دونوں ننھے پھول شفایاب ہو جائیں تو ہم تین دن روزہ رکھیں گے۔

ان کی نذر بارگاہ خدا میں قبول ہوگئی اور دونوں شہزادے صحت یاب ہوگئے ۔اس لئے سب نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے تین دن روزے رکھے۔پہلے دن روزہ رکھالیکن ان کے پاس افطار میں کچھ بھی نہیں تھا۔حضرت علیؑ نے کچھ قرض لیا،تھوڑاآٹا خریدااور جناب فاطمہ زہراؑ نے پانچ روٹیاں بنائیں۔جب افطار کا وقت آیااور سب لوگ افطاری کرنے بیٹھے توان کے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی کہ ایک فقیر مدد مانگ رہاہے:

"اے اہلبیت آپ پر میرا سلام ہو،میں ایک مسلمان فقیر ہوں،مجھے کھانے کی ضرورت ہے،مجھے تھوڑاسا کھانادے دیجئے۔خداآپ کو جنت کے دستر خوان سے کھاناعطا

فرمائے گا۔"سب نے اپنا اپنا کھانا اس مانگنے والے کو دے دیا اور پانیسے روزہ افطار کیا۔دوسرے دن بھی ایسے ہی ہوا، جیسے ہی افطار کرنے بیٹھے ایک یتیم نے آواز دی:"میں بھوکا ہوں، کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے" پھر سب نے اپنا کھانااس کو دے دیااور پانی سے افطار کیا۔ تیسرے دن جب افطار کرنے بیٹھے ایک اسیر آیااور فریاد کی۔ جیسے ہی اس اسیر کی فریاد ان کے کانوں سے ٹکرائی سب نے اپنا کھانااس کو دے دیاتا کہ اس کا پیٹ بھر جائےاور خود صرف پانی سے افطار کیااوراسی پر صبر کیا۔

اس طرح اہلبیتؑ نے مسلسل تین دنوں تک روزہ دار ہونے کے باوجود خدا کی راہ میں اپنا کھانا دے دیااور خود بھوکے رہے۔چوتھے دن صبح حضرت علیؑ اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ رسول خدا سے ملنے گئے۔ رسول خدا نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کے آثار صاف نظر آرہے ہیں۔آپ نے پوچھا کیا ہو گیا ہے؟ایسا لگتا ہے کہ آپ لوگوں کی طبیعت خراب ہے۔

پھر ان تینوں کو ساتھ لیااور اور اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کو دیکھنے آئے۔ان کے گھر پہنچے تو دیکھا عبادت میں مشغول ہیں اور ان کے چہرے سے بھی بھوک اور کمزوری کے آثار نمایاں ہیں۔

رسول اسلامؐ کی آنکھوں میں آنسو میں آ گئے۔اسی غم کے ماحول میں فرشتہء وحی جناب جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا:"آپ لوگوں کے لئے جنت سے کھانا لایا ہوں۔ خداآپ کو مبارکباد پیش کرتا ہے کہ آپ کا خاندان اتنا عظیم ہے۔

پھر جنابجبرئیل نے ان آیتوں کی تلاوت فرمائی:"**ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیراً**" پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اہلبیت کو ان آیتوں کے نازل ہونے کی

خوشخبری دی اور انہیں بتایا کہ خداوند متعال کے نزدیک ان کی کتنی عظمت ہے اور ان کے اس کام کی کیا قیمت ہے جو انہوں نے انجام دیا ہے۔

ان آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کے نزدیک اہلبیتؑ کا کیا مقام تھا۔

خدا کی راہ میں صدقہ دینے کی کیا اہمیت ہے۔

اہلبیتؑ کی یہ سیرت ہے کہ انہیں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے وہ نماز پڑھتے ہیں یا روزہ رکھتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اپنی وصیت میں
فرماتے ہیں:
اللہ سے ڈرو قرآن کے بارے میں کہ اس
پر عمل کرنے میں دوسرے تم سے آگے
نہ نکل جائیں

اصحابِ فیل

ذونواس یمن کا بادشاہ بنا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ میں پہلے والے بادشاہوں کے طور طریقے سے ہٹ کر ایک الگ طریقے سے حکومت کروں گا۔

ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ''یثرب'' سے گزر رہا تھا۔اس شہر کے لوگ جو کہ یہودی مذہب کو ماننے والے تھے اس کے پاس آکر اسے اپنے مذہب کی تبلیغ کر نے لگے اور اس سے درخواست کی کہ یہودی مذہب کی تبلیغ میں ان کی مدد کرے۔

بادشاہ ان کی باتوں میں آگیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ نجران کے لوگ اس زمانے میں عیسائی تھے اس لئے یہودیوں نے یمن کے بادشاہ کو اس بات پر اکسایا کہ نجران کے عیسائیوں سے جنگ کرے تاکہ یہودی مذہب پھیلے اور دوسرا کوئی مذہب باقی نہ رہے۔ذونواس نے حکم دیا کہا ایک بہت بڑا گڈھا کھودا جائے اور اس میں آگ جلائی جائے۔اور اس کے بعد یہ اعلان کیا کہ سبھی لوگ یہودی مذہب کو قبول کریں یا آگ میں جلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔اس طرح اس نے یہودی مذہب کی مخالفت کرنے والوں کو آگ میں جلانا شروع کیا۔ نجران کا ایک شخص وہاں سے فرار کر کے روم کے بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ ذونواس کے ظلم سے انہیں نجات دلوائے۔روم کے بادشاہ نے حبشہ کے بادشاہ کو ایک خط لکھا۔خط جب حبشہ کے بادشاہ کو ملا اس نے ایک بہت ہی بڑا لشکر تیار کیا اور یمن بھیج دیا۔دونوں میں جنگ ہوئی،ذونواس کا لشکر ہار گیا اور یمن پر قبضہ کر لیا گیا۔

پھر یمن کے لوگوں نے خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ جانا شروع کیا اور اس طرح خانۂ کعبہتماملوگوں کی زیارت کا مرکز بن گیا۔ کچھ عرصہ بعد ''ابرہہ '' نامی ایک شخص یمن کا حاکم بن گیا۔ وہ ایک شدت پسند عیسائی تھا۔ اس نے عیسائیت کی شان و شوکت واپس لانے کے لئے لوگوں پر سختی کرنا شروع کر دی۔

ابرہہ کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی کہ لوگ مکہ جا کر خانۂ کعبہ کی زیارت کریں۔ اس نے سوچا یمن میں ایک نیا "کعبہ" بنایا جائے جو اس سے خوبصورت ہو تاکہ لوگ مکہ نہ جائیں اور "خانۂ کعبہ" کا طواف کرنے سے باز آ جائیں۔

پھر اس نے یمن میں ایک بہت بڑا چرچ بنوا کر اس کے اوپر سونے کا گنبد بنوایا اور اس کو ہیرے جواہرات و قیمتی کپڑوں سے سجایا۔ ابرہہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کی یہ خوبصورتی اور سجاوٹ دیکھ کر لوگ اس کے دھوکہ میں آ جائیں گے اور حقیقی کعبہ سے منہ پھیر لیں گے۔ اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس نئے کعبہ کا طواف کریں اور مکہ جانا چھوڑ دیں۔

اگرچہ ابرہہ نے بہت محنت و زحمت اور کافی زیادہ پیسہ خرچ کر کے یہ نقلی" کعبہ" بنوایا تھا لیکن لوگ پھر بھی اس کے نقلی "کعبہ" کی طرف نہیں آئے۔ بلکہ ان کے دلوں میں حقیقی کعبہ کی زیارت کا شوق اور زیادہ ہو گیا۔ جب مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابرہہ نے یہ حرکت کی ہے تو انہیں بھی غصہ آیا اور انہوں نے ابرہہ کی سخت مذمت کی ۔ کیونکہ ابرہہ کے اس کام کی وجہ سے دینی عقیدوں اور بزرگوں کی بے حرمتی ہوئی تھی ۔ لٰہذا مکہ سے قبیلۂ کنانہ کا ایک آدمی یمن آیا اور اس نے وہاں جا کر ابرہہ کی بنائی اس عمارت کی توہین کی۔

دوسرے دن صبح جب ابرہہ وہاں سے گزرا تو اسنے پوچھا : کس کی ہمت ہوئی کہ اس کی توہین کرے ؟ کہا گیا: مکہ سے ایک آدمی آیا تھا اسی نے یہ کام کیا ہے۔ ابرہہ کو غصہ آگیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کا بدلہ لے گا اور خانۂ کعبہ کو گرادے گا۔ پھر اس نے ایک بہت ہی بڑا لشکر تیار کیا اور پورے لشکر کو ہاتھیوں پر سوار کیا۔ وہ اور اسکا لشکر پورے جنگی ساز و سامان کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اس کعبہ کو ویران کر دیں جو خدا کے حکم سے جناب ابراہیمؑ اور جناب اسماعیلؑ نے تعمیر کیا تھا۔ وہ مکہ کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ ابرہہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو حکم دیا کہ لوگوں کا مال لوٹ لیا جائے خاص کر ان لوگوں کا جو قبیلۂ قریش کے ہیں۔ لشکر نے مکہ والوں کا مال لوٹنا شروع کیا جس میں جناب عبد المطلب (پیغمبر اکرمؐ کے دادا) کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ مکہ والے پریشان تھے کہ ابرہہ کے اتنے بڑے لشکر سے کیسے لڑیں؟ اور کس طرح حرم خدا اور خانۂ کعبہ کا دفاع کریں؟

ابرہہ کے لشکر کا ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا: "مکہ کا سردار کون ہے؟" "عبد المطلب اس شہر کے سردار ہیں" کسی نے جواب دیا۔

ابرہہ نے انہیں بلایا ہے ! جناب عبد المطلب اپنے پورے جلال اور ہیبت کے ساتھ باہر آئے اور پوچھا: کیا کام ہے؟ ابرہہ نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ سب کے سب اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں ہم آپ سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ کعبے کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں۔ اگر کوئی سامنے آیا تو وہ مارا جائے گا۔

ہم بھی جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اپنے علاقے میں ہیں اور کسی سے دشمنی بھی نہیں ہے۔

ابرہہ نے آپ کو بلایا ہے۔

میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ میرے ساتھ دوسرے قبیلوں کے سردار بھی ہیں۔

جناب عبدالمطلب اور انکے ساتھی ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ایک شخص آگے آیا اور جناب عبدالمطلب کا تعارف کروانے لگا۔ "یہ قریش کے بزرگ اور سردار ہیں۔ سب لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور محتاج لوگوں کو کپڑے دیتے ہیں۔"

جناب عبدالمطلب کے چہرے میں ایک ہیبت اور وقار پایا جاتا تھا جس کا اثر ابرہہ پر بھی ہوا اور اس نے انکا احترام کیا۔ انہیں اپنے پاس بٹھا کر خود انکے سامنے ہی زمین پر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا: "آپ کیا چاہتے ہیں؟" "ہم سب کچھ خدا سے مانگتے ہیں لیکن میں اس وقت یہاں اس لئے آیا ہوں تاکہ اپنے دوسو اونٹ واپس لے جاؤں جو تمہارے سپاہی چھین کر لائے ہیں۔"

"تمہاری شخصیت اور ہیبت نے میرے اوپر کافی اثر ڈالا تھا لیکن تمہارے اس مطالبے سے مجھے بہت ہی تعجب ہے! میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم التماس کروگے کہ میں خانۂ کعبہ کو نہ گراؤں لیکن تمہیں تو صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔!!"

"میں اونٹوں کا مالک ہوں اسلئے اونٹ لینے آیا ہوں۔ خانۂ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اسکی حفاظت کرے گا۔"

ابرہہ غصے میں آگیا اور کہنے لگا: "آج مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" اس کے بعد حکم دیا کہ انکے اونٹ واپس کردئے جائیں۔ مکے کے بہت سے لوگوں اور قبیلوں نے ابرہہ سے کہا کہ وہ کعبے کو نقصان نہ پہنچائے۔ اگر وہ واپس چلا جائے تو ہم اپنے مال کا کچھ حصہ

اسے عطا کریں گے۔ لیکن وہ غرور و تکبر میں مست تھا۔ لہٰذا اس نے کسی کی ایک نہ سنی۔ مکے والے سب پریشان تھے بچے رو رہے تھے، عورتیں اداس اور بزرگ بھی پریشاں حال نظر آرہے تھے۔ جناب عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا: "آپ سب پہاڑ کے دامن میں پناہ لے لیں خدا ضرور ہماری مدد کرے گا۔" اس کے بعد جناب عبدالمطلب خانۂ کعبہ کے پاس گئے اور روتے ہوئے خدا سے عرض کی: "خدایا! تیرا یہ گھر حقیقی ہے۔ جناب آدم کے زمانے سے جناب ابراہیم تک اور جناب ابراہیم کے زمانے سے آج تک باقی ہے۔

یہ لوگوں کی خیر و برکت، آپسی اتحاد اور تجھ سے قریب ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔ خدایا! کہیں ایسا نہ ہو کہ ابرہہ اسے ویران کر دے۔" پھر جناب عبدالمطلب لوگوں کے پاس آگئے اور ان سے دعا کرنے کے لئے کہا۔ دوسرے دن صبح سویرے ابرہہ اپنے لشکر کے ساتھ ہاتھیوں پر سوار ہو کر خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چلا اور حملہ کرنا شروع کیا۔ اچانک آسمان میں کچھ پرندے دکھائی دینے لگے۔ انکی تعداد اتنی زیادہ تھی اور انکے اڑنے کا طریقہ کچھ اس طرح کا تھا کہ ابرہہ اور اس کا لشکر ڈرنے لگا۔ ان پرندوں کے پنجوں اور چونچ میں چھوٹے چھوٹے پتھر تھے لیکن وہ پتھر کچھ اس طرح کے تھے کہ جیسے ہی کسی سپاہی پر پڑتے وہیں ہلاک ہو جاتا۔ اس طرح سے ابرہہ کا پورا لشکر ہلاک ہو گیا اور جناب عبدالمطلب کی بات سچ ثابت ہوئی کہ خانۂ کعبہ کا ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔ تمام مکے والے خوش ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے کعبے کی طرف دوڑ پڑے۔ سب نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور اس طرح خدا کا شکر ادا کیا۔